اداریہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کی رحلت

برائے نام بھی محفل میں روشنی نہ رہی

مولانا محمد ساجد کھجناوری

مدرس عربی جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۶رشوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱رجولائی ۲۰۱۷ء بروز سہ شنبہ کوتعلیم وتربیت کی شہرۂ آفاق مرکزی درسگاہ جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمہ اللہ کے حادثۂ رحلت نے عالم اسلام کو عموماًاور برصغیر کے دینی وعلمی حلقوں کوخصوصاً جس طرح سوگوار چھوڑا ہےاس کی کسک دیراور دورتک محسوس کی جاتی رہے گی، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس دورقحط الرجال میں جب کہ علم وفضل کی سلطنتیں زوال پذیر ہیں اور قلم وکتاب کا بھرم جن بسا غنیمت بافیض شخصیات کے وجود سے قائم ہے اس حال میں سوئے آخرت رواں دواں ہیں کہ ان کی جگہ لینے والا کوئی فردفرید دور دور تک نظر نہیں آتا، رواں سال کے ماہ وایام پر ہی نظر ڈال لیجئے کہ آسمانِ علم کے کیسے کیسے نجوم وکواکب ٹوٹ ٹوٹ کرگرگئے جبکہ یہ وہ آفتاب وماہتاب تھے جن کی ضوفشانی سے ایک جہان روشن تھا، انسانی عظمت وشرافت کے یہ وہ سنہرے کردار تھے، جواگرچہ پس مرگ بھی درخشاں ہی رہیں گے مگران کے وجود باجود سے تو ہم سدا کیلئے محروم ہی ہوگئے ہیں۔ان یارانِ فضل وکمال کی فہرست یوں تو خاصی طویل ہوگئی ہے لیکن اگر بہت اختصار سے کام لیں تو استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحق اعظمیؒ، شارح بخاری حضرت مولانا سلیم اللہ خان، مرتب ایضاح البخاری حضرت مولانا ریاست علی بجنوری اور جامع منقول ومعقول حضرت مولانا نسیم احمد غازی کوسرفہرست ہی شمار کیا جائے گا۔

افسوس کہ شیخ مولانا محمد یونس کی وفات حسرت آیات نے تو محرومیوں کے اس سلسلہ کو دراز تر کردیا ہے، محدث باکمال حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ ان زمانہ ساز ہستیوں میں سے تھے جن کے دمِ فیض سے ایک جہان آباد رہتا ہے، خلقِ خدا ان سے استفادہ کرتی ہے تو بزم یقین ان کی حرارت ایمانی سے گرم رہتی ہے، مصدرِ فیاض نے مولانا مرحوم میں ایسے کمالات رکھ چھوڑے تھے کہ ان کی ساری زندگی میراثِ علم کی حفاظت وتقسیم کیلئے ہی وقف ہوکر رہ گئی تھی، انہوں نے اپنی حیات عزیز کی اسی سے زائد بہاریں دیکھیں مگر ان کی ہرصبح وشام علم حدیث کے حلقے سجانے میں صرف ہوئی ؎

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی　　　میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

ان کے حال وقال کو دیکھ کر لگتا تھا کہ انسانی انجمنوں کا یہ فرشتہ صفت آدمی صرف رب کائنات کی خوشنودی پانے کیلئے ہی اس قدر بے چین رہتا ہے، اللہ جل وعلا نے علم حدیث کے اس خادم کو اپنی خاص نعمتوں سے بہرہ ور کیا تھا، ان کے اندر کمالِ استغنا، زہد وقناعت، صبر واستقامت اور توکل وتبتل کی نرالی شان ہویدا تھی، مسند درسِ حدیث پر براجمان ہوتے تو عسقلانی، قسطلانی اور کرمانی کی یادیں تازہ کر دیتے، حفظ واتقان میں بھی اللہ نے انہیں طاق بنایا تھا، اسی لئے آپ کے مرشد وباکمال استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو جب اپنے بعض تصنیفی کاموں کیلئے ایک علمی مشیر اور رجل رشید کی ضرورت درپیش ہوئی تو آپ کے محسن ومربی اور شفیق استاذ فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ سابق ناظم مظاہر علوم نے مولانا محمد یونسؒ کا نام نامی اس وقیع خدمت کیلئے موزوں قرار دیا، پھر دنیا نے دیکھا کہ مولانا مرحوم اس اہم کام کیلئے کس قدر مفید ثابت ہوئے کہ خود برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ نے اپنی گراں بہا تصنیف میں نہ صرف ان پر اعتماد فرمایا ہے بلکہ ان کی آراء بھی نقل فرمائی ہیں، حضرت مولانا محمد یونسؒ کی یہ خوش بختی بھی قابل ذکر ہے کہ انہیں ایسے باکمال اور روشن ضمیر اساتذہ ملے جو علم وعمل اور شریعت وطریقت کے حسین سنگم تھے، چنانچہ آپ کے اساتذۂ ذی شان میں حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوریؒ، حضرت مولانا ضیاء الحق، حضرت مولانا میر احمد کاندھلویؒ، حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رامپوریؒ بطورِ خاص قابل ذکر ہیں، جبکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین اجراڑوی تو آپ کے صرف استاذ ہی نہیں بلکہ آپ کی علمی شخصیت کی تعمیر وتشکیل میں بنیادی کردار ادا کرنے والے تھے، اسی لئے اگر جامعہ مظاہر علوم میں برائے تدریس آپ کا تقرر حضرت مفتی صاحب مرحوم کا دوررس فیصلہ تھا تو شیخ الحدیث جیسے باوقار منصب پر جلوہ افروزی حضرت شیخ محمد زکریا قدس سرہ کا حسن انتخاب تھا، مؤخر الذکر ان دونوں بزرگوں نے شیخ مولانا محمد یونسؒ کے ظاہر وباطن پر جو گہرے نقوش چھوڑے تھے ان کے اخلاص وبرکت نے مولانا کے اندرون میں کمالات کے موتی ٹانک دئے تھے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات والی کہاوت بھی آپ پر خوب صادق آتی ہے، چنانچہ ابتداء ہی حضرت شیخ زکریاؒ کو اپنے اس چہیتے شاگرد کے اندر آثارِ فیروزمندی نظر آنے لگے تھے، ان کا یہ وجدانِ قلبی تھا کہ شیخ مولانا یونسؒ کو قادر مطلق کی توفیق سے علم حدیث کی طویل زمانی خدمت کا موقع فراہم ہوگا اور وہ اپنے زمانہ کے امیر المؤمنین فی الحدیث کہلائیں گے، چنانچہ اپنے ایک تاریخی اور یادگار خط میں جو انہوں نے شیخ مولانا یونسؒ کے نام ۲۳/رجب ۱۳۸۷ھ کو ارقام فرمایا ہے لکھتے ہیں:

''ابھی تدریس دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیس واں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیس واں سال ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے، جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے توان شاءاللہ مجھ سے آگے ہوؤ گے (اس پرچے کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں اور چالیس سال بعد پڑھیں)''۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید، شیخ نے از راہِ دُعا وتمنا مولانا محمد یونس صاحب کے آئندہ پچاس سالہ تدریسی سفر کا جوعندیہ دیا تھا وہ حرف بحرف ثابت ہوا، کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ نے اس شان سے درس حدیث دیا کہ بخارا وسمرقند کی یادیں تازہ ہوگئیں اور شمع حدیث کے پروانے دیوانہ وار آپ کے اردگرد جمع رہتے، چنانچہ نہ صرف ہندو پاک بنگلا دیش کے طلبہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا، بلکہ افریقہ امریکا اور یورپی ممالک کے علاوہ شام ومصر اور خلیجی ریاستوں کے بے شمار جویان علم نے آپ کے دامن فیض سے استفادہ کیا، بلادعرب کے نام وراساتذہ حدیث تو آپ کے سامنے زانوئے تلمذ کو سعادت سے تعبیر کرتے تھے، حضرت مرحوم جس حجرہ میں مقیم تھے وہ نہ صرف طالبین وسالکین کا مرکز تھا بلکہ علم کا ایسا سدا بہار چمنستان تھا جہاں کتابوں کی شکل میں انواع واقسام کے پھول مسکراتے رہتے تھے، دارالحدیث کے علاوہ حضرت شیخ کا یہی دارالمطالعہ تھا اور یہیں قیام وقعود کا پاکیزہ عمل بھی، شیخ کی تمام تر دلچسپیوں کا واحد مرکز بس کتب بینی ہی رہا، کسی شاعر نے آپ کو دیکھ کر ہی کہا ہوگا

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

اسی لئے چشم فلک نے بھی دیکھا کہ شیخ نے ہزاروں نادر ونایاب کتابوں سے پٹے اپنے اسی حجرہ میں بالآخر جان جانِ آفریں کے حوالہ کردی، **تغمده الله بغفرانه وادخله فسيخ جناته۔**

آخر کون جانتا تھا کہ شیراز ہند کہلانے والے جون پور یوپی کے کھیتا سرائے مضافات میں ۲۵؍رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ایک معمولی گھرانے میں جنم لینے والا یہ خوش نصیب بچہ آسمان علم پر آفتاب بن کے چمکے گا، جس کے فضل وکمال کا شہرہ دنیا بھر کے ملکوں میں پھیل جائے گا، بلکہ قلم وکتاب کے رسیا اور دھنی اسے سروں پر بٹھائیں گے، اس کے نخرے برداشت کریں گے، اللہ کے لئے اس سے محبت کا رشتہ قائم کریں گے جس کے جلو میں سکونِ قلب ونظر ہی میسر آئے گا، مگر وہ دنیا سے اس طرح گریزاں رہے گا کہ زمانہ میں اس کے استغنا وقلندری کی مثال دی جائے گی، آج اس کی رحلت پذیری پر ہر کوئی ماتم کناں ہے، مظاہر علوم کے دیوار ودر، اس کے مکیں ومکاں کس کرب سے دوچار ہو رہے ہوں گے، اس کا ادراک تو ہر دانا وبینا کر ہی رہا ہوگا

خود جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ بھی غم کی تصویر بن گیا جس کے ارباب تدریس وتنظیم سے حضرت شیخ کو بایں معنیٰ تعلق خاطر تھا کہ آپ کے ارشد تلامذہ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا وسیم احمد سنسارپوری کے ذریعہ آپ ہی کی ودیعت کردہ امانت (علم حدیث) طلبۂ حدیث کے سینوں میں منتقل کرنے میں بفضل اللہ نہ صرف نیک نام ہیں بلکہ آپ کے خوابوں اور امیدوں کی تعبیر بھی فراہم کر رہے ہیں دراصل جملہ معترضہ کے طور پر ہی سہی یہ عرض کردینا مناسب ہوگا کہ شیخ یہاں کی تعلیم وتربیت اور حسنِ انتظام سے بڑے مطمئن رہا کرتے تھے، بعض مرتبہ اپنی مجالس میں فرماتے کہ دارالعلوم، مظاہرعلوم کے بعد اگر دورۂ حدیث پڑھنا ہوتو گنگوہ اس کیلئے مناسب جگہ ہے، کبھی فرماتے بچو! اگر درس حدیث پڑھنا ہوتو گنگوہ جاکر مولوی وسیم احمد سے پڑھ لینا۔

جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا کہ جامعہ میں آپ کا حادثۂ رحلت غیر معمولی شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا، جامعہ کے روحِ رواں اور آپ کے عقیدت کیش حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی نے مشہور محدث حضرت امام شعبہؒ کے انتقال پر ان کے ایک معاصر کا یہ تاریخی تعزیتی جملہ مات الحدیث بموت شبعة مستعار لیتے ہوئے فرمایا کہ آج یہ جملہ حضرت مولانا محمد یونسؒ کی رحلت پر بار بار دل کو رلا رہا ہے، واقعی حضرت شیخ کے انتقال سے حدیث کے غلغلوں سے آباد وشاداب ایک بزم سونی ہوگئی ہے کہ اب کوئی دوسرا شیخ یونس آسانی سے پیدا نہ ہوگا، اللہ ان کی مغفرت کاملہ فرمائے آمین۔

حضرت مولانا کی کن کن خوبیوں کو قرطاس کے سینہ پر سجایا جائے ان کے چہرے بشرے پر انوارِ حدیث نمایاں نظر آتے تھے، عشق الٰہی اور محبت رسول سے وہ ہر آن مغلوب دکھائی پڑتے تھے، اسی لئے واردین وزائرین کو بطور نصیحت تلاوتِ قرآن کی کثرت اور درود شریف کی تسبیحات پر بہت ارتکاز فرماتے تھے، کوئی انہیں دیکھے تو اللہ یاد آتا آخرت کا استحضار بڑھ جاتا اور اپنے اندرون کو ٹٹولنے کی بھی ترغیب ملتی تھی، حضرت کی مجالس میں حاضری کے تو کئی مواقع ملے لیکن دوتین بار کی ملاقات ہمیشہ ذہن پر نقش رہے گی، ابھی دوسال قبل ۲۰۱۵ء دسمبر کے اوسط عشرہ میں ملک کی خفیہ ایجنسیوں کو اس ناچیز کی طرف سے گمراہ کیا گیا تو انجام کار بندہ کو ایک ہفتہ کیلئے باعزت تحویل وتفتیش کے مرحلہ سے گذرنا پڑا اور رسن کا یہ سلسلہ دراز ہوسکتا تھا مگر نصرت الٰہی قدم بوس رہی اور سچائی کا ہی بول بالا ہوا کہ جلد ہی رہائی نصیب ہوگئی، بہرحال یہ تفصیلی داستان پھر کسی وقت قلم بند کرونگا ؎

کبھی فرصت سے سن لینا عجب ہے داستاں میری

خیر اس حادثۂ نامرضیہ کے بعد جب جامعہ مظاہرعلوم کے سابق استاذ مولانا مفتی محمد رضوان میرٹھی کی

تحریک ومعیت میں شیخ کی عدالت میں پیشی ہوئی مفتی رضوان کی حضرت شیخ سے خاصی بے تکلفی وانسیت تھی تو اولاً ہی میرے بارے میں پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے مختصر تعارف کے ساتھ ہی مذکورہ واقعہ بھی ذکر کردیا یہ سنتے ہی شیخ مکمل متوجہ ہوگئے تأسف بھرے لہجہ میں گویا ہوئے کہ انہوں نے کوئی تکلیف تو نہیں دی، پھر ساری تفصیل سن کر فرمایا ایسا لگتا ہے ہم لوگ ملکی دور سے گذر رہے ہیں، بچوں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ بعدازاں شیخ نے اپنے ذوق کے مطابق بعض کبار محدثین کا تذکرہ چھیڑ دیا اور خاص کیفیات کے ساتھ ان کے دلچسپ واقعات سنائے۔

ایک دوسری مجلس میں بندہ نے کویت میں مقیم ممتاز عالم دین شیخ بدرالحسن القاسمی سابق مدیر الداعی دارالعلوم دیوبند اور آپ کے قلم سے شیخ کی تحسین وتوصیف پر مبنی ایک تحریر کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ہاں میری ان سے دید شنید ہے، لیکن انہوں نے میرے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ان کا حسن ظن ہے اس کے بعد کہنے لگے کہ میں تو اللہ سے بس فضل کی دعا کرتا ہوں اب یہ یقین ہو چلا ہے کہ اسی سے بیڑہ پار ہوگا۔

ایک موقعہ پر جبکہ طبیعت میں کافی انشراح تھا فرمانے لگے بھائی ہم کسی زیادہ پڑھے لکھے گھر کے تو تھے نہیں اور کوئی نسبت بھی نہیں تھی جو کچھ کام آتی بس پڑھنے کیلئے آگئے تھے، اللہ غریق رحمت کرے حضرت مفتی مظفر حسین مرحوم کو وہ بڑے محسن تھے میرے، پھر اپنا ایک واقعہ سناتے ہوئے بولے کہ ایک بار گھر سے پندرہ یا بیس روپیہ کا منی آرڈر فارم آیا تو میں نے مفتی مظفر حسینؒ سے اس کا ذکر کردیا انہوں نے فرمایا کہ ان پیسوں سے تو مشکوٰۃ خرید لے میں نے ایسا ہی کیا جب میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا تو متفق علیہ وغیرہ اصطلاحات پر نظر پڑی میں سوچنے لگا کیا ہے اس کا مطلب؟ بچوں! اس طرح بہت سی باتیں سامنے آتیں تو میں جواب تلاش کرتا، اس طرح علم حدیث سے مناسبت ہونے لگی، پھر آپ پر گریہ طاری ہوگیا اور حضرت مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ کے تعلق سے اظہار ممنونیت فرمانے لگے، آہ! کیا پتہ تھا کہ حضرت شیخ سے یہ آخری ملاقات ہو رہی ہے اے کاش معلوم ہوتا تو کچھ اور لمحات اس بخاری زماں کی مجلس میں گذار دیتے ؎

بہت لگتا تھا دل صحبت میں ان کی — کہ اپنی ذات میں وہ ایک انجمن تھے

بارِالٰہ امام بخاری ومسلم کے اس سچے جانشین اور عاشق حدیث رسول ﷺ کی بال بال مغفرت فرما اور انہیں بہشت بریں کی غیر محدود نعمتوں سے مالا مال فرما آمین۔